محمد احمد معاویہ — باز گشت

مفکرِ احرار چودھری افضل حق کی مجلس میں
(ایک تصوراتی ملاقات)

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمتہ اللہ کی مجلس علم و عرفاں میں غیر حاضری کو کچھ زیادہ دن ہو گئے تھے اس لئے سوچا پہلی فرصت میں اُن کی مجلس میں حاضری دی جائے۔ اسی غرض سے ان کی قیام گاہ کی طرف چل دیا۔ قیام گاہ پر پہنچ کر میں نے چشم تصور سے دیکھا کہ سرخ لباس میں ملبوس رضا کاران احرار کا ایک حلقہ ان کے ارد گرد جمع ہے اور گوش بر آواز ہے۔ چہرے مہرے سے وہ معاشرہ کے نچلے طبقہ کے لوگ نظر آتے ہیں مگر انکی آنکھوں میں بجلی کی سی چمک ایمان و عزیمت کی مظہر دکھائی دے رہی ہے۔ جاتے ہی جو الفاظ میرے کانوں سے ٹکرائے وہ یہ تھے۔ چودھری صاحب فرما رہے تھے........

"اسلام دنیا میں حکومت الٰہیہ اور خلافت ربانی قائم کرنا چاہتا ہے۔ جس کی بنیاد راست بازی، خوش اخلاقی اور عدل و انصاف پر ہو۔ اسلام کی آمد کا مقصد صرف یہی ایک ہے۔ اور اس کے سوا اسلام کا پیغام نہیں۔ مسلمانوں کیلئے حکومت الٰہیہ کا قیام اولین حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا کے کسی حصہ میں حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے جب کبھی کوشش ہو گی ہماری ہمدردیاں اور ہمارا دلی تعاون ان کوششوں کیساتھ ہو گا۔ ہم حتی الامکان ان کوششوں میں شریک کار ہوں گے۔ خواہ یہ کوشش کسی شہر کے چھوٹے سے چھوٹے محلے میں ہو۔ ایک چھوٹی سی گلی میں بھی حکومت الٰہیہ قائم ہو جائے تو ہم اسے اپنے لیئے عاقبت کی سرخ روئی کا باعث سمجھیں گے۔"

مسلمانوں کے عمل پر اظہار تاسف کرتے ہوئے فرمانے لگے۔

حالات زمانہ کو تعجب سے دیکھتا ہوں، دنیا کے لٹریچر کو افسوس سے مطالعہ کرتا ہوں، فضاؤں میں اسلام کیلئے برچھیاں تیرتی ہیں۔ لٹریچر میں نشتر چھپے ہیں۔ دنیا کے پاک ترین انسان کو بد ترین مخلوق کا رنگ دیا گیا ہے۔ دنیا کے بہترین مذہب کو تاریک خیالات کا حامل بتایا گیا ہے۔ مگر ایسا کیوں نہ ہوتا، غلامی جس قوم کا سیاسی امتیاز، اور ساری قوم کا چند امرا کے ہاتھوں کٹھ پتلی ہو کر رہنا خصوصیت۔ ایسے امتیازات کی حامل ملت کے روحانی سردار کی کیا کوئی قدر کرے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے بے خبری کی ذمہ داری کس پر ہے؟

اے اسلام کے بے روح نوجوانو!

"دنیا ہم کو دیکھتی ہے۔ اور ہماری صورت و سیرت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت کا اندازہ لگاتی ہے۔ درخت کی خوبی اس کے شیریں پھل میں ہے۔ کسی مذہب کی تعلیم کا اندازہ افراد پر اس کے اثر سے ہی تو لگایا جا سکتا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہر مسلمان آتش بجاں مجاہد اور عالی حوصلہ مبلغ ہوتا۔ مگر آہ! مسلمان نوجوانوں کا تصور جب خود مجھے آتا ہے تو میں اسے کھیت کے کنارے حقہ پی کر بیکار وقت ضائع کرتے

پاتا ہوں، یا شہر کی گلیوں میں سگریٹ سلگاتے آوارہ پھرتے دیکھتا ہوں کیسے شرم کی بات ہے؟ جنہیں چیونٹی سے زیادہ محنتی ہونا چاہیئے تھا وہ نکھٹو مکھی کی طرح ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر دوسروں کے آسرے زندہ ہیں۔

ہر مسلمان اپنے طرز عمل پر غور کرے کہ اس نے اسلام کی ترقی کیلئے کبھی کام کیا؟ یا آئندہ اپنی اولاد میں ایسا جذبہ پیدا کر رہے ہیں''

حاضرین مجلس کے افکار و نظریات چودھری صاحب کی اس گفتگو سے جلا پا رہے تھے اور دل و دماغ میں جذبۂ عمل بیدار ہو رہا تھا کہ چودھری صاحب تھوڑی دیر کیلئے رکے۔ میں نے اپنی شوخیٔ گفتار کا سہارا لیکر سوال جڑ دیا کہ جناب ہماری جماعت کے اندر ہوتے ہوئے بھی تو بہت سے ساتھی اپنی ذمہ داریوں کو فراموش کیئے بیٹھے ہیں۔

چودھری صاحب فرمانے لگے............

''ہاں ہاں، ان میں بھی بعض نوجوانوں کو بیکار وقت صنایع کرنے والا دیکھتا ہوں گو انہوں نے زندگی خدا کیلئے وقف کر رکھی ہے لیکن کئی کئی دن خدا کے کام سے غافل رہتے ہیں۔ حالانکہ احرار کا فرض ہے کہ کسب معاش کے بعد اپنا ہر لحہ اپنی صحت بنانے اور مخلوق خدا کی خدمت کر کے اسلام کا نام روشن کرنے میں صرف کرے۔ احرار اور مرد بیکار، یہ بہت بڑا دھبہ ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔ جسم میں بے تاب روح اور ان تھک ارادہ پیدا کر کے ملت میں ہمت کی مثال پیدا کرنی چاہیئے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو بچانا اور اسلام کو بلند کرنا چاہتے ہو تو زندگی کا پروگرام بناؤ! روز نئے عزم کیساتھ دنیا میں کام کرنے اٹھو''

مفکر احرار حضرت چودھری صاحب محوِ گفتگو تھے کہ ایک نوجوان نے سوال کر دیا کہ آج ہم اتنی زیادہ تعداد میں ہونے کے باوجود مظلوم و مقہور ہیں۔ آج بھی دوسروں کے غلام بے دام ہیں؟

چودھری صاحب اس کی بات سمجھتے ہوئے فرمانے لگے!

قوموں کی قسمت کا فیصلہ نظام اور اسباب پر منحصر ہے۔ کثرت تعداد بعض اوقات کمزوری کا باعث بن جاتی ہے۔ اس لئے کثرت و قلت کی بحث کو چھوڑ کر نظام اور اسباب کی بنا پر ہمیں اپنی پالیسی کا مدار رکھنا چاہیئے۔ مٹھی بھر اسلامی فوج فتح کے پھریرے اڑاتی ہسپانیہ پر چھا جاتی ہے۔ ہندوستان کی کثیر آبادی مسلمان فاتحین کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔ مصر اور ایران کی فوجیں حجازی سالاروں کے سامنے خاک چاٹتی ہیں۔ آج ایک ارب سے زائد مسلمان کس طرح غیر مسلموں کے سامنے عجز و انکسار کی تصویر بنے معنوی غلاموں کا طوق گردن میں ڈالے ہوئے ہیں۔ نظام اور اسباب کی کمی کے باعث مسلمان بے بسی کی بد ترین مثال پیش کر رہے ہیں۔ چند کروڑ مسلمان بھی اگر صحیح آزادی کی آگ سینہ میں لے اٹھیں تو دنیا کو زیروزبر کر دیں۔ مگر عمل سے عاری مسلمان گفتار کے غازی بن کر قانونی موشگافیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ آزادی کے خلاف خود کوئی حجت کھڑی کر کے تمام دنیائے اسلام کی مصیبتوں کا باعث بنتے ہیں۔ وسعت نظر اگر حالات کی جانچ اور پڑتال میں یاوری کرے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی قلت بھی محض اصطلاحی سی بات ہے۔ ورنہ لاہور سے استرخان تک

مسلمان آباد ہیں جن کی قوت کے سامنے جنوبی ہند کی تعداد آبادی زیادہ قوت نہیں رکھتی۔ ہندوستان میں اسلام اور مسلمان کیوں خطرے میں ہے؟ کیا ایران، افغانستان، ترکی اور روس میں اسلام کے نام لیوا موجود نہیں ہیں؟

ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کے دماغوں سے "مذہب کو خطرہ" کے بلند بانگ دعووں کو حق و انصاف، اور دلیل و برہان سے دبا دیا جائے۔ اس سے کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ گویا مذہب کو نظر انداز کر دیا جائے۔ ہاں درست ہے مگر بات یہ ہے کہ مذہب کو تو ہم نے اب بھی نظر انداز کر رکھا ہے۔ اسلام میں سود حرام ہے مگر ہم سود کھاتے ہیں۔ شراب خانے، بدکاری کے اڈے فروغ پا رہے ہیں۔ شریعت کے مطابق وراثت کی تقسیم برائے قانون ممکن نہیں۔ غرض جو چیز حکومت کو پسند ہے وہ مذہب ہے۔ جو چیز شریعت کو ناپسند ہے اسکا رواج ہے پھر بھی ہم مسلمان...... اور اسلام کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم مذہب کے مدعی کو مذہبی احساسات کو حکومت کی خوشنودی پر قربان کرنے کے عادی ہیں۔

حکام کی رائے کے مطابق بدلنے والے کے مذہب کو کہیں خطرہ نہیں ہے۔ جب ہم غیر اسلامی حکومت کو اولوالامر مان سکتے ہیں۔ آئندہ کسی حکومت نے ہمارے تابع فرمان مذہب کو اندیشہ نہیں۔ اسلام میں جہاد سب سے بڑی عبادت تھی اور سب سے مقدم حکم تھا۔ ہندوستان میں ایسے عالم اور مصلح پیدا کیے گئے جنہوں نے انگریز کی خوشنودی کیلئے جہاد کو منسوخ قرار دیا۔ اور تمام مسلمانوں نے اپنے سکوت سے اس تنسیخ کی تائید کی۔ اگر اس وقت مذہب کو خطرہ پیدا نہیں ہوا تو مذہب کو آئندہ اس سے زیادہ خطرہ پیدا نہیں ہو گا۔

مذہب کے ساتھ ساتھ کلچر کا ذکر کروں۔ معلوم نہیں کہ کلچر کیا بلا ہے۔ جس پر بعض اوقات بے جا اصرار کرتے ہیں۔ اگر مذہب زندہ ہے تو مذہب ہی کلچر ہے۔ جہاں مذہب مر جائے تو قوموں کی آباء و اجداد کی رسومات کا نام کلچر ہے۔ مسلمان ہیں کہ ایک طرف رسومات کی بیخ کنی اور دوسری طرف کلچر یعنی رسومات کے تحفظ پر زور دے رہے ہیں۔ اسلام تو بجز حکم شریعت کسی اور کلچر یا رسم کا متحمل ہی نہیں ہے۔ خدا معلوم پھر اسلامی کلچر کو خطرہ کا خیال ہوا بن کر کہاں مسلمانوں کے سامنے آ گیا۔ سب سے مزیدار بات یہ ہے کہ مذہب اور کلچر کے خطرے کا الارم وہ دیتے ہیں۔ جنہیں اسلامیات سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

عزیزو! ایک بات یاد رکھو کہ مذہب کو ان کے اہل منصب سے خطرہ ہے۔ جو انکو اپنے اغراض اور غیر ملکی ایجنسیوں کی ضرورت کیلئے استعمال کر کے اہل ملک کی مصیبت کا باعث ہو رہے۔ علما اور صوفیا کا کام غریب اور بے کس کی حمایت ہے۔ جب شریعت کو طریقت کے یہ رہنما سرمایہ دار کی طرف داری کر کے غریب کی دنیا تنگ کرنے میں مدد دیں تو ایسے اہل مذہب کے مٹ جانے پر کون افسوس کرے۔ مذہب ہر چند روح کی تسکین کا باعث ہے، لیکن مذہب روس میں فنا ہو گیا، کیوں؟ اس لئے کہ نام نہاد مذہبی ادارے غریب کشی اور سرمایہ داری کے ممد و معاون تھے۔ لیکن روس میں مذہب اور خدا سے انکار، عارضی کیفیت اور مذہبی پیشواؤں کی غلط روی کا رد عمل ہے۔ جب روس میں مذہب کے خلاف بخار اتر جائیگا تو روسی قوم حجازی قوم کے دین کے بہت قریب ہو جائیگی۔

تم مانتے ہو کہ اسلام دین فطرت ہے۔ اگر تمہیں اس بات پر یقین ہے تو فطرت کے خلاف کون جا سکتا

ہے۔ یا تو تمہارا دعویٰ غلط ہے۔ یا خطرہ موہوم ہے۔ اسلام کو کسی سے خطرہ نہیں۔ محض مسلمانوں سے خطرہ ہے۔ جن کا دل و دماغ غیر اسلامی تصورات کا حامل ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر مسلم ہمیں شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور خوف وہراس سے ہماری حرکات پر نگاہ رکھتا ہے۔ ایسا کیوں؟ یہ صرف اس لئے کہ دین فطرت کو دوسروں کی دست برد سے بچانے کیلئے ہم ہمیشہ درپے رہتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ فطرت تو ازل سے ابد تک محفوظ ہے۔ اسکو کون مٹا سکتا ہے۔ دین فطرت کے مطابق ہمارے اخلاق اور اعمال ہونے چاہئیں۔ پھر قومیں خود ہی فطرت کے دین کی طرف کھچی چلی آئیں گی۔ اور ہمیں عزت و احترام کی نظر سے دیکھیں گی۔

غلامی، قوم اور ملک کی سب سے عمدہ خصوصیات کو فنا کرنے والی اور اہل ملک کو اقتصادی لوٹ کھسوٹ کا مقابلہ کرنے کے ناقابل بنانے والی ہے۔ ہماری ساری توجہ اصل آزادی کے حصول کی طرف ہونی چاہیئے۔ اگر ہمیں موہوم خدشات و خطرات کو سامنے رکھنا ہے تو غلامی پر قانع رہنے کا اعلان کر دینا چاہیئے۔ جو انسان غلامی کے خطرات کی اہمیت کو ہی محسوس نہیں کرتا اس کے لئے کسی اور خطرے کا ذکر کرنا ہی دیوانگی ہے۔ جو موت کو قبول کرنا چاہتا ہے وہ بخار سے کیوں ڈرتا ہے۔ جو غلامی پر قانع ہے اور آزادی کو جو انسان کا سب سے بڑا حق ہے، چھوڑتا ہے وہ چھوٹے چھوٹے حقوق کیلئے کیوں لڑتا ہے۔ طاقت اور قوت کا مخزن سیاسی آزادی ہے۔ جو قوم اس کے حصول سے بے پروا ہے وہ مذہب کے خطرے اور اقتصادی تباہی کا رونا کیوں روتی ہے۔ میری سمجھ میں سوا اس کے کوئی بات نہیں آتی کہ بلاخوف و خطر اہل وطن سے مل کر آزادی کی جنگ لڑی جائے۔

ہمیں تمام قوموں کے درمیان نیکی، خدمت، اور قربانی میں ممتاز ہونے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ تم ملک کے بہتر باشندے بن کر غلام قوم کی رہنمائی کر کے آزادی کی منزل تک کیوں نہیں لے جاتے "کنتم خیر امۃ اور یدعون الی الخیر" کے کیوں مصداق نہیں بن جاتے۔ آزادی سے بڑی چیز اور کیا ہے۔ اس کی طرف تو سب کو دعوت دینا مسلمان کا فرض ہے۔ (لیکن افسوس ہے کہ مسلمان اس گوشے سے بے خبر ہے)

چودھری صاحب بے تکان گفتگو فرما رہے تھے۔ ان کی آواز بلند ہوتی جارہی تھی۔ اُن کی باتیں نوجوانوں کے دلوں میں اتر رہی تھیں اور دماغوں پر نقش ہو رہی تھیں۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ چودھری صاحب بولتے رہیں اور میں سنتا رہوں۔ اچانک ان کی آواز بھرا گئی اور وہ بے اختیار ہو کر فرما رہے تھے..........

اسلام صلح اور امن کا مذہب ہے اس لئے مسلمان کا فرض ہے کہ غیر مسلم اگر صلح نہ بھی چاہے تو بھی وہ حالات پیدا کرے کہ ملک میں صلح اور امن قائم رہے۔ دنیا پکار اٹھے کی ہماری زیادتیوں کا جواب صبر و تحمل سے دینے والے اگر ہیں تو وہ مسلمان ہیں۔

مسلمانو! اپنے مذہب کے پیغام کو سمجھو اور اس کو لے کر دنیا میں نکلو۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو اس لئے پسند کیا تاکہ اس کے ذریعہ جنگ اور لڑائی سے ستائی اور اکتائی ہوئی دنیا کو امن و صلح کا موقع مہیا کیا جائے۔ مسلمان کی زندگی کا مقصد وحید خدا کی مخلوق کو فائدہ پہنچانا ہے۔ غلام خود عاجز اور بیکس ہوتا ہے۔ وہ خود آزاد ہو اور شریف ہمسایہ بنے۔ میں یہ شرم محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان اسلام کے پیغام کو سمجھے بغیر بزعم خود نیکیاں کرتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنی تنگ دلی سے ہمسایہ کو کبیدہ خاطر کر لیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ قوم کی قوم اسلام کے

پیغام سے غافل ہے۔ اور انہوں نے شیطانی وسوسے کو اسلام کا پیغام سمجھ رکھا ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان کی زندگی کا محور ہمسایہ نوازی اور مخلوق کی خدمت ہو۔ قرآن نے بار بار سمجھایا کہ دین میں جبر نہیں۔ مسلمان کیلئے جنگ بھی اضطراری کیفیت ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سرخ اونٹ دیکر بھی صلح کو قابل فخر سمجھتے ہیں۔ وہ تو اس شخص کے حق میں بہتر انسان ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جو "خیر الناس من ینفع الناس" کا مصداق ہو۔

دنیا میں مسلمان کی سیاست یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں قرآن کی امن پسندانہ تعلیم کو لے کر نکلے۔ دوسرے ہاتھ میں آزادی کو برقرار رکھنے کیلئے تلوار کو مضبوط تھامے رہے۔ جہاں تک ممکن ہو ہمسایہ کی زیادتیوں کا جواب بھی اخلاق محمدی ﷺ سے دے۔ اشتعال انگیز حالات میں بھی اسلامی تعلیم و اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

پس مسلمان سے میری گزارش یہ ہے کہ وہ دنیا میں آزادی کی جنگ کا سردار بنے۔ اللہ کے حکم کے مطابق اپنی زندگی کا مقصد مخلوق خدا کی خدمت بنا لے۔ خدمت خلق میں سبقت ساری مشکلات کا حل ہے۔ اس لئے مسلمانوں میں اس خیال کی اشاعت کرنا چاہیئے کہ وہ جنگ آزادی میں سردار ہو اور مخلوق کی خدمت کے لحاظ سے سب سے ممتاز ہو۔ اگر مسلمان یہ دو امتیاز پیدا کر لے تو اس کی برتری مسلّم ہو جائیگی۔ خدا بھی خوش اور ہمسایہ بھی راضی۔ ایسا گروہ قلیل ہوتا ہوا بھی کثیر کا حکم رکھتا ہے۔

عزیزو! مسلمان کو میں کس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر للکاروں اور کس طرح صور اسرافیل پھونک کر اسلام کا صحیح پیغام سناؤں۔ اور کیا جتن کروں کہ مسلمان کے یہ امر ذہن نشین ہو جائے کہ صرف ایک محدود خطہ نہیں بلکہ دنیا میں بنی نوع انسان کی مشترکہ تنظیم میں خدمت اور قربانی کی بنا پر سرداری حاصل کرنا اسکی زندگی کا نصب العین ہے۔ فراست مومن کہاں گئی کہ مسلمان راستے سے بھٹکا جارہا ہے۔ اور وہ کیوں اسلام کے ظاہری معنوں پر غور کر کے ہی خود امن و آشتی کا پیغام نہیں بن جاتا۔ اٹھو اور مظلوم و غلام قوموں کی مشترکہ تنظیم کا خود بیڑا اٹھاؤ۔ اور وہ زیادتی کریں تو صبر کرو۔ سچی آزادی کیلئے اتنی قربانی کرو اور اہل وطن کی اتنی اور ایسی خدمت کرو کہ وہ ہر مصیبت میں پکار اٹھیں کہ مسلمان کہاں ہیں؟

چودھری صاحب گفتگو فرما رہے تھے اور نوجوان ہمہ تن گوش۔ یہ مجلس شاید کچھ دیر اور جاری رہتی مگر مؤذن نے پکارا........ حی علی الصلوۃ۔ حی علی الصلوۃ جس نے تصورات کی دنیا سے عمل کے میدان میں لا پھینکا۔ چنانچہ اپنے اندر ایک نئی دنیا کو آباد لیکر کیف و سرور محسوس کرتے ہوئے مسجد کی طرف چل دیا۔

اللہ اکبر...... لا الہ الااللہ......

(اس تصوراتی ملاقات میں چودھری صاحب کی تمام گفتگو ان کی کتاب "تاریخ احرار" اور "آزادی ہند" سے ماخوذ ہے۔)